قرآن کا موضوع اور نظمِ قرآن

جناب نعیم صدیقی صاحب

ایک نیا اور اجنبی آدمی جب قرآن کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دو باتیں اس کی مشکلات کا باعث بنتی ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن اس طرز کی کتاب نہیں ہے کہ مصنف نے مقدمے میں پہلے یہ بتایا ہو کہ اس کا مرکزی موضوع و مقصد کیا ہے؟ پھر کتاب کے ابواب مرتب کیے ہوں، مثلاً عقائد یا ایمانیات کا باب، پھر عبادات کا باب، پھر دعوت و تبلیغ کا باب، پھر ہجرت اور جہاد کے ابواب، پھر دستور ریاست اور نظامِ حکومت کے ابواب اور پھر قانون اور اخلاق کے ابواب، نیز آخر میں یا کسی مقام پر انبیائے سلف اور اقوامِ ماضیہ کے حالات۔

ابواب کے بعد پھر ان کی فصلیں ہوتیں، پھر ذیلی اور ضمنی عنوانات ہوتے۔ مگر قرآن کے ایک اجنبی طالب علم کو یہ سب کچھ اس طرح نہیں ملتا، بلکہ اسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے بغیر کسی نظم کے متفرق باتیں بیان ہو رہی ہیں۔

دوسری مشکل اسے یہ پیش آتی ہے کہ دنیا کے مروجہ محدود تصورِ مذہب کو دماغ میں لیے ہوئے قرآن کے حدیقۂ اسرار و حکمت میں اس امید کے ساتھ داخل ہوتا ہے کہ یہاں بھی مذہبوں جیسی باتیں ہوں گی، یعنی کچھ مبہم عقیدے، کچھ انفرادی اخلاقیات، کچھ حیاتِ دنیوی سے نفرت کی باتیں، کچھ جسم کی اذیت رسانی کے اسالیب جن سے روحانیت حاصل ہوتی ہے، وغیرہ۔ مگر قرآن میں اس کو کہیں عروج و زوالِ امم کی داستانیں ملتی ہیں، کہیں اصولِ حکمرانی کا بیان آتا ہے، کہیں اجتماعی زندگی کے لیے قوانین اور ضابطے بیان ہوتے ہیں، اور کہیں جہاد کا حکم دیا جاتا ہے تو وہ چکرا جاتا ہے کہ یہ سب کیا ہے۔

یہ مشکل نئے اور اجنبی قاری ہی کی نہیں۔ پشتینی مسلمانوں میں سے بھی بہت سے حضرات اس مشکل

میں حصہ دار ہیں، اور خاص طور پہ مجھے اُس نوجوان طبقے کے متعلق احساس ہوتا ہے جو اسلامی نظام کے متعلق مختلف تقاریر سُن کر اور مضامین پڑھ کر ایک نہ ایک دن بڑے شوق سے قرآن کھول کر حقائق کا براہ راست مطالعہ کرنا چاہتا ہے۔

قرآن مروجہ محدود تصورِ مذاہب سے کہیں زیادہ بڑی چیز پیش کرتا ہے۔ یہ دراصل مالکِ کائنات کی عطا کردہ ایک گائیڈ بک ہے۔ انسان کے نام جو خدا کی مخلوق ہے، اُس کے رزق پہ پلتا ہے، اُس کے وسائل سے استفادہ کرتا ہے۔ اور اُسی کا بندہ اور خلیفہ ہے۔ خدا نے اپنے بندوں کو بندگی کے مسلک پر رہنے اور خلافت کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے ایک جامع ہدایت نامہ انہیں اس وعدے کے ساتھ تفویض کیا ہے کہ اس کے مطابق جیو گے اور حق کے غلبے کے لیے سعی و جہد کرو گے تو دُنیا میں بھی تمہیں فلاح ملے گی اور آخرت میں بھی کامران رہو گے۔

یہ قرآن کا مرکزی موضوع ہے اور الحمد سے والناس تک یہ قرآن کے پورے جہانِ معنی کا محور ہے۔ مرکزی موضوع کا سررشتہ اگر ہاتھ آ جائے تو پھر قرآن کے تمام اجزائے کلام مربوط بھی ہو جاتے ہیں اور ان سب کا مفہوم بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔

اس مرکزی موضوع کی چند بڑی شاخیں ہیں جو قرآن کے ساری فضا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ قرآن کے بیان و کلام کا شجرہ طیبہ جن بڑی بڑی شاخوں پر مشتمل ہے وہ یہ ہیں:۔

اوّل۔ خدا اور کائنات اور آخرت اور انسان کے بارے میں وہ اٹل سچائیاں جن کے سہارے ساری گفتگو میں کھڑی ہیں۔ **دوم**: سلسلۂ وحی و رسالت۔ **سوم**:۔ خدا سے مطلوبہ تعلق رکھنے کے لیے عبادات، اذکار، دُعائیں اور اخلاص و عجز کی کیفیات۔ **چہارم**: خدا کے دین کی دعوت دوسروں تک پہنچانے اور جوابًا صبر آزما حالات پیش آنے پر صبر و ثبات کی تلقین، پھر ہجرت اور جہاد کے مراحل پر گفتگو۔ **پنجم**:۔ اخلاقی ہدایات۔ **ششم**: اسلامی جماعت کی تربیت اور رسولؐ کے ساتھ جماعت کا تعلق، نیز افرادِ جماعت کا آپس میں رشتۂ وحدت و اخوت۔ **ھفتم**:۔ مخالفینِ دعوت کے اعتراضات کے جواب اور اُن کا پست کردار، **نہم**:۔ انبیائے ماسبق اور اقوامِ ماضیہ کے احوال کا ذکر اور اس سے استدلال و استشہاد۔ **دھم**: اسلامی نظامِ حکومت کی نقشہ بندی اور اسلامی قانون و شریعت کی وضاحت۔

ذرا سا غور کیجیے تو یہ دسوں ضمنی موضوعات دراصل بنیادی موضوع سے بھی جڑے ہوتے ہیں، اور آپس میں بھی تعلق رکھتے ہیں۔ ایک کے بیان سے دوسرے کا ذکر چھڑتا ہے اور دوسرے کا ذکر تیسرے کے دائرے میں لے جاتا ہے۔ کہیں قانون بیان ہوتا ہے تو ساتھ ہی اخلاقی تلقین بھی ہے یا اساسی اعتقاد ------ اور جزا و سزا کی گفتگو۔ کہیں اسلامی جماعت کی تربیت کی بات چھڑتی ہے تو اُس کے ساتھ انبیائے ماسبق کی مساعی کا ذکر آجاتا ہے۔ اسی طرح کہیں مخالفین و معاندین کی کٹ حجتیوں اور پست اخلاقیوں کا قصہ چھڑتا ہے تو ساتھ ہی سرکش قسم کی اقوام ماضیہ کا رویہ اور ان کا انجام بیان ہوتا ہے، کہیں احوال و واقعات کی بحث وحی و الہام کی دی ہوئی ہدایات کے میدان میں داخل ہوجاتی ہے اور کلام ظاہر کرتا ہے کہ فلاح انہی کے لیے ہے جو اس ہدایت پر چلیں۔

قرآن کے مرکزی موضوع کو آدمی سمجھ لے تو سمجھیے کہ نظم قرآن کا راز بڑی حد تک اُس نے پالیا۔

اب ہم ذرا آگے چلتے ہیں۔ کسی کتاب یا کلام کا تصور نظم کے بغیر ہم کر ہی نہیں سکتے۔ فرق یہ ہے کہ نظم کی مختلف اقسام ہیں۔ ایک نظم وہ ہے جو مثنوی مولانا رُوم میں پایا جاتا ہے ---- ایک نظم وہ ہے جیسے آپ ناولوں میں دیکھتے ہیں ---- ایک نظم وہ ہے جو کھیلوں کی کمنٹری میں پایا جاتا ہے ---- ایک نظم کسی ملک کی کتابِ دستور کا ہوتا ہے ---- ایک نظم طالب علم کی کورس کی کتاب کا ہے ---- پس مسئلہ یہ ہے کہ قرآن کے نظم کی نوعیت کیا ہے؟

میرے سامنے امام رازی سے لے کر مولانا فراہی تک جو مختلف آراء آئی ہیں، ان سب پر ایک نظر ڈال لینے کے بعد صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے کلام کا نظم خطابتی قسم کا ہے۔ وہ ایسے الہامی خطبات کا مجموعہ ہے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نشر ہوتے اور جن کا روئے سخن کہیں مسلمانوں کی طرف ہے، کہیں مشرکین یا یہود و نصاریٰ یا منافقین کی طرف، کہیں اظہارِ عبودیت کے لیے خود خدا کی طرف۔ خطبات میں بسا اوقات دو یا زائد اجزائے کلام مخاطب لوگوں کے ذہنی ماحول میں موجود مسائل و محرکات کے ذریعے جڑتے ہیں۔ خطیب فضا میں جن جن افکار و محرکات کو دیکھتا ہے، موقع کی مناسبت سے اُن سے تعرض کرتا ہے اور مخاطب جماعت یا معاشرے کو خوب شعور ہوتا ہے کہ مختلف اجزائے کلام کا ربط کیا ہے۔

مزید وضاحت کے لیے یہ حقیقت بھی سامنے رکھنی چاہیے کہ قرآن کسی فلسفی یا درویش یا ریفارمر کے دیے ہوئے خطبات کا مجموعہ نہیں ہے۔ وہ تو ایک جہانی انقلابی تحریک تھی جو خدا پرستانہ نظامِ حیات کو تمام شعبوں سمیت دُنیا میں برپا کرنے کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت و سربراہی میں اُٹھی تھی۔ حضورؐ کی زبانِ مبارک سے خداوند تعالیٰ کے مرتب کردہ خطبات حسبِ موقع صادر ہوتے رہے۔ جوں جوں اسلامی تحریکِ انقلاب آگے بڑھی، نئے نئے مراحل کے ساتھ نئے نئے مباحث چھڑتے گئے۔ مکّے کا مرحلۂ صبر و ابتلا، ہجرت کی وجہ سے واقع ہونے والا بھاری تغیر، پھر اسلامی جماعت کا یہود کی مخالفتوں اور منافقین کی شرارتوں سے دوچار ہونا، پھر جنگ و قتال کا مرحلہ اور فتحِ خیبر و مکّہ۔ اس سلسلۂ واقعات کے ساتھ مدینے میں دستوری معاہدے کی تدوین، مہاجرین و انصار میں مواخات، مسلمانوں کی عسکری تربیت اور آس پاس کی آبادیوں کے سرداروں سے معاہدانہ تعلقات کا استوار ہوتے جانا، یہ سارے احوال اصل دعوت و تحریک سے مربوط تھے۔ اسی طرح تدریجاً قوانین کا نفاذ ـــ مثلاً فرضیتِ زکوٰۃ ۲ھ، سود خواری کے ترک کے لیے ابتدائی اشارات ۳ھ، یتامیٰ کے بارے میں احکام اور وراثت کے ضابطے کا اجرا ۳ھ، قانونِ ازدواج اور حقوق الزوجین کا ایک حصہ ۳ھ، امتناعِ شراب کے لیے ابتدائی تنبیہات ۳، ۴ھ، پردے کا قانون ۴ھ، زنا، قذف اور لعان کے فوجداری قوانین، نیز پردے کے تفصیلی احکام ۵ھ، محاربہ اور سرقہ کی سزا کا اعلان ۶، ۷ھ، نکاح و طلاق کے مزید تفصیلی احکام ۷ھ، حرمتِ شراب کا قطعی قانون ۸ھ اور سود کا کلّی انسداد ۹ھ۔ یہ چند مثالیں مدعا کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔ قرآن کے خطبات میں ان سارے قوانین پر بھی، اور دوسرے بہت سے احکام پر بھی گفتگو کی گئی ہے، اُن کے ساتھ عقاید پر بھی کلام آتا ہے، اُن کے ساتھ پیشِ نظر معاشرے کے مختلف عناصر اور اُن کے ذہنی کوائف پر بھی گفتگو ہوتی ہے۔

یعنی قرآن اور اُس کے نظم کو سمجھنے کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگرمیٔ حیات اور آپ کے ہاتھوں برپا ہونے والی تحریکِ انقلاب کے مدّوجزر کو جاننا ضروری ہے۔ ۲۳ برس تک اِدھر یہ کلام نازل ہوتا رہا اور اُدھر اس کی رہنمائی کے مطابق وہ کام ہوتا رہا۔ لہٰذا قرآن فہمی کے لیے قرآن کی ہدایات کے مطابق ہونے والے کام کو، اور اِس کارِ عظیم کے کارپرداز (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روئیداد قیادت کو جاننا لازم آتا ہے۔ قرآن اور رسولؐ باہم دگر ہم آہنگ ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی شرح ہیں۔

یہاں ایک ضمنی اشارہ میں اس امر کی طرف بھی کرنا چاہتا ہوں کہ ساری تاریخ میں چند افراد نے اس نقطۂ نظر کو اختیار کیا ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے کی جائے اور قرآن کو سمجھنے کے لیے باہر سے کسی مدد کی ضرورت نہیں۔ یہ فلاسفی کتنی ہی صحیح ثابت کر دی جائے۔ کوئی مسلمان قرآن کو رسولؐ سے اور رسولؐ کو قرآن سے الگ رکھ کر دین کے بارے میں کچھ سوچ بھی نہیں سکتا۔ قرآن اور رسولؐ کو سامنے رکھ کر اگر کوئی گروہ اعلیٰ درجے کے حکما اور دانش وروں کے لیے نظمِ قرآن کی کوئی پیچیدہ ترین فلاسفی بھی وضع کرے تو فی نفسہٖ اس میں کوئی ہرج نہیں۔ اہلِ تدبر کسی پہلو سے جہاں تک جا سکتے ہوں جائیں، مگر سوال متوسط درجے کے نوجوانوں کا ہے جو دین کو سمجھنا چاہتے ہیں، ان کو تو نظمِ قرآن کا ایسا تصوّر دلانا چاہیے جسے وہ آسانی سے اخذ کر سکیں۔ ورنہ اگر وہ کسی پُراسرار بھاری بھرکم تصوّرِ نظم کی مرعوبیت کے بوجھ تلے ہی دبے پڑے رہیں تو وہ بیچارے قرآن کو سمجھنے یا اُس پر عمل کرنے کے لیے موقع ہی کہاں پائیں گے۔ قرآن اپنے مطالعہ کرنے والوں کو مدبّر بنانا چاہتا ہے، مگر ایسے مدبّر جو عملاً تحریکِ حق کے سپاہی بھی بن سکیں، نہ یہ کہ نکات و لطائف کی ایسی گہرائیوں میں غوطہ زن رہیں کہ بس پھر اُبھر ہی نہ سکیں۔

اگر قرآن کو سمجھنے کے لیے لغت، صرف و نحو، علمِ فصاحت و بلاغت اور عرب کی جاہلی شاعری کا حوالہ دیے بغیر ہم ایک قدم نہیں چل سکتے، تو پھر آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شخصیت سے بے نیازی کیوں؟ جو قرآن کو پیش کرنے والے، اُس کی اساسی دعوت کو پھیلانے اور اس راہ میں مشقتیں اُٹھانے والے اور قرآن کے نقشے پر ایک نظامِ جماعت، ایک ہیئتِ معاشرہ، ایک ادارۂ حکومت کو بنانے اور چلانے اور اُن کی پیچیدگیوں کو قرآن ہی کی منشا کے مطابق حل کرنے والے ہیں۔ بلکہ حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا کام ——— دعوت، تحریک، تنظیم، ہجرت، جہاد، اقامتِ نظامِ حق ——— سب کچھ تا قیامت مسلمانوں کے لیے نمونہ و معیار کی حیثیت رکھتا ہے۔ حق یہ ہے کہ رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سنّت نظمِ قرآن کی گرہیں کھولنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

وحی کے بہت سے الفاظ و اصطلاحات ہیں جن کا ایک خاص مفہوم حضورؐ نے اپنے قول و فعل سے متعین کیا ہے۔ کلام اللہ کے بعض اوامر و نواہی کی صحیح عملی صورت حضورؐ کی سنّت سے واضح ہوتی ہے، بعض مقامات پر آیات کا ربط اور کلام کا نظم بھی اُس سلسلۂ واقعات کی روشنی میں عیاں ہوتا ہے جس کا سررشتہ حضورؐ نے تھام رکھا تھا۔

مجھے امید ہے کہ کوئی بھی طالب علم اگر قرآن کا مطالعہ طلب ہدایت کے لیے کرے گا تو خواہ وہ غیر مسلم ہو یا مسلم، وہ اگر تین باتیں ذہن نشین رکھے تو وہ قرآن کے کلام کا بھی نظم پا لے گا اور اس سے صحیح استفادہ بھی کر سکے گا۔

ایک یہ کہ قرآن کسی محدود مذہب کی کتاب نہیں ہے، بلکہ ایک دین و تہذیب کا جامع نقشہ لے کر آئی ہے۔

دوسری یہ کہ وہ فلسفے یا کہانیوں کے سے نظم پر مشتمل نہیں ہے، بلکہ اس کے اجزائے کلام کا ربط و نظم خطابتی قسم کا ہے۔

تیسری یہ کہ قرآن کچھ غیر متحرک (STATIC) حقائق کے بیان تک محدود نہیں ہے بلکہ ایک نشوونما پاتی ہوئی اور مخالف قوتوں سے ٹکراتی ہوئی انقلابی تحریک کا آئینہ دار ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو مطالعۂ قرآن کا شوق دے، اس کے نظم کا شعور عطا کرے اور اس کے حقائق و معارف کو سمجھنے اور اُن پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین۔

(بشکریہ ریڈیو پاکستان لاہور)

الحسنات کا نماز نمبر

○

صابر قزنی کے زیر ادارت جنوری ۱۹۸۲ء میں پیش کیا جا رہا ہے

ڈائجسٹ سائز (۲۳ × ۳۶/۱۶) دیدہ زیب ٹائیٹل

اس نمبر کا مقصد "تحریکِ نفاذِ نماز" کے ذریعے اسلامی معاشرے کی تعمیر ہے

اندازاً قیمت -/۱۰ روپے تک ہوگی۔

ادارہ الحسنات - ۱۹ سی - منصورہ - ملتان روڈ لاہور